فسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون

”تو پوچھ لیا کرو ان سے جو جانتے ہیں، اگر تم نہیں جانتے“ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

# فتاوی یسئلونک

## دار الافتاء والارشاد

## الباقیات الصالحات فاؤنڈیشن رجسٹرڈ

شمارہ 56 | جمعۃ المبارک 02 شعبان 1441ھ 27 مارچ 2020ء

### سوال ارسال کرنے کے طریقے

| | |
|---|---|
| بالمشافہ | سوالات تحریری صورت میں متعین سوالنامے پر بالمشافہ جمع کروائیں۔ |
| بذریعہ ویب سائٹ | www.yasalunak.com پر موجود سوالنامے کے ذریعے ارسال کریں۔ |
| بذریعہ برقی مراسلہ | ask@yasalunak.com پر برقی مراسلے (ای میل) کی صورت میں ارسال کریں۔ |
| بذریعہ واٹس ایپ | 0333-9206874 پر مکمل نام کے ساتھ واٹس ایپ کریں۔ |

**نوٹ** جوابات/فتاویٰ، سوالات موصول ہونے کی ترتیب سے ارسال کیے جاتے ہیں۔

دارالافتاء والارشاد، الباقیات الصالحات فاؤنڈیشن رجسٹرڈ، فقہ اکیڈمی C-335 بلاک 1، گلستان جوہر، کراچی

**سوال:** امریکا میں ایک جگہ مسلمانوں کو چرچ میں جمعہ کی نماز پڑھنے کی اجازت دی گئی ہے، تو مسلمانوں کی طرف سے یہ بات کی جارہی ہے کہ ہمیں بھی رواداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے مساجد میں ان (عیسائیوں) کو عبادت کرنے کی اجازت دینی چاہیے، اس لیے کہ مساجد تو اللہ کی ہیں۔ جیسا کہ سورۃ الجن میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: وَّ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا. اسی طرح نجران سے کچھ عیسائی وفود مدینہ آئے تو آپ ﷺ نے ان کو مسجد نبوی میں عبادت کرنے سے نہیں روکا اور انھوں نے مشرق کی طرف رخ کر کے اپنی عبادت ادا کی۔ دور نبوی ﷺ میں اہل کتاب اور مشرکین کے احکامات الگ الگ نظر آتے ہیں۔ جیسے مشرکین کو حرم سے نکالنے کا حکم اور قتل کا حکم جبکہ اہل کتاب کو کچھ نہیں کہا گیا اور ان کو اپنے معبد خانہ قائم رکھنے کی اجازت تھی۔ اسی طرح سورہ جن مکی سورت ہے جبکہ مدینہ میں آپ ﷺ کا عمل بظاہر اس آیت کے خلاف نظر آتا ہے جبکہ سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۱۴ کی پیروی نظر آتی ہے اس کی کیا حکمت ہے؟ رہنمائی فرمایئے۔

**جواب:** کفار کے وہ عبادت خانے جو اس وقت ان کے قبضے میں نہیں ہیں بلکہ انہوں نے مسلمانوں کے ہاتھ فروخت کر دیے اور چرچ کی حیثیت ختم کر دی، ان میں مسلمانوں کے لیے نمازیں، عیدین جائز ہیں۔ اور کفار کے وہ عبادت خانے جو آباد ہیں، کفار ان میں مذہبی رسومات ادا کرتے ہیں مسلمانوں کے لیے کفار کے ان عبادت خانوں میں داخل ہونا مکروہ ہے، کیونکہ ان کے عبادت خانے کفر اور شرک کے مرکز ہونے کے باعث شیطان کے گھر ہیں، اس لیے ان میں داخل ہو کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ کفار سے ایسی مذہبی رواداری رکھنا جس سے کفر و اسلام کے درمیان فرق مٹ جائے یہ جائز نہیں۔

اور وفد نجران کو عبادت کی اجازت دینے کی روایت زاد المعاد تفسیر ابن کثیر وغیرہ میں اگرچہ موجود ہے، لیکن اولاً تو اس روایت کی سند پر کلام ہے، ثانیاً اگر اس روایت کو صحیح مان بھی لیا جائے، تو یہ اجازت مطلقاً نہیں بلکہ دینی مصلحت کے پیش نظر تھی۔ اور حضور ﷺ کے دور میں کفار کو مسجد میں داخل ہونے کی اجازت دینے کا مقصد ان کو اسلام کی دعوت دینا اور ان کو اسلام کے قریب کرنا تھا، آج بھی اگر کہیں کوئی مصلحت ہو تو کفار کو مسجد میں آنے کی اجازت دی جا سکتی ہے۔ لیکن باقاعدہ مذہبی رسوم ادا کرنے کی اجازت دینے کی گنجائش نہیں۔

[تنبيه] يؤخذ من التعليل بأنه محل الشياطين كراهة الصلاة فی معابد الكفار؛ لأنها مأوى الشياطين كما صرح به الشافعية. ويؤخذ مما ذكروه عندنا، ففی البحر من كتاب الدعوى عند قول الكنز: ولا يحلفون فی بيت عباداتهم. وفی التتارخانية يكره للمسلم الدخول فی البيعة والكنيسة، وإنما يكره من حيث إنه مجمع الشياطين لا من حيث إنه ليس له حق الدخول اهـ قال فی البحر: والظاهر أنها تحريمية؛ لأنها المرادة عند إطلاقهم، وقد أفتيت بتعزير مسلم لازم الكنيسة مع اليهود. فإذا حرم الدخول فالصلاة أولى، وبه ظهر جهل من يدخلها لأجل الصلاة فيها. (رد المحتار، كتاب الصلاة، مطلب تكره الصلاة فی الكنيسة)

**سوال:** وتر کی تیسری رکعت میں دعاءِ قنوت سے پہلے رفع الیدین کرتے ہیں، اس کی دلیل کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے وتر میں رفع الیدین کیا تھا؟ حدیث کی صحت بھی بتائیں۔ جزاک اللہ

**جواب:** نبی کریم ﷺ سے وتر کی تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھنا ثابت ہے البتہ دعائے قنوت میں ہاتھ اٹھانا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے ثابت ہے۔

حدیث شریف میں ہے: عن عبد الرحمن بن الأسود، عن أبيه، قال: « كان عبد الله يقرأ فی آخر ركعة من الوتر: قل هو الله أحد، ثم يرفع يديه فيقنت قبل الركعة « (المعجم الكبير، باب العين) ترجمہ: ”حضرت عبد الرحمن بن اسود اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وتر کی آخری رکعت میں

سورہ اخلاص پڑھا کرتے تھے پھر اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے پھر دعائے قنوت پڑھتے تھے رکوع سے پہلے“۔

ایک اور روایت میں ہے: کان عمر یرفع یدیه فی القنوت. (جزء رفع الیدین للبخاری، ص۱۴۶، ط: دار ابن حزم) ترجمہ: ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ دعائے قنوت پڑھتے وقت ہاتھ اٹھایا کرتے تھے“۔

**سوال**: ایک پوسٹ موصول ہوئی جس کا مضمون درج ذیل ہے۔ اس کے بارے میں بتائیے کیا یہ بات درست ہے؟

”آسٹریلیا کے جنگلات میں گزشتہ دنوں آگ پھیلنے سے بہت زیادہ نقصان ہوا، سائنس دانوں کی تحقیق کے مطابق آگ کے پھیلنے کا بنیادی سبب ”چیل“ کو قرار دیا جا رہا ہے، چیل کے موذی ہونے کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے آج سے چودہ سو سال پہلے اسے مارنے کا حکم دیا تھا۔“

**جواب**: بیشک چیل ایک موذی پرندہ ہے اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے حالت احرام میں بھی اس کو مارنے کی اجازت عطا فرمائی ہے اس لئے اگر چیل کسی چیز کو نقصان دہ کر رہی ہو یا اس سے نقصان کا خوف ہو تو اس کو مارنا جائز ہے۔

مسلم شریف میں ہے: قَالَ عَبْدُ اللهِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «خَمْسٌ مِنَ الدَّوَابِّ لَا جُنَاحَ عَلَى مَنْ قَتَلَهُنَّ، فِي قَتْلِهِنَّ: الْغُرَابُ، وَالْحِدَأَةُ، وَالْعَقْرَبُ، وَالْفَأْرَةُ، وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ.» (مسلم، کتاب الحج، باب ما یندب للمحرم وغیرہ قتله من الدواب فی الحل والحرم) ترجمہ: ”حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا پانچ جانور ایسے ہیں کہ ان کے قتل کرنے والے پر کوئی حرج نہیں کوا، چیل، بچھو، چوہا، باؤلا کتا“۔

البتہ یہ بات محتاج دلیل ہے کہ اسٹریلیا کے جنگلات میں لگنے والی آگ چیل کی وجہ سے لگی ہے، اس حوالے سے کوئی دلیل اس پوسٹ میں موجود نہیں، چنانچہ چیل کا موذی ہونا تو حدیث سے واضح ہے مگر اس واقعے میں اس حدیث سے استدلال محتاج دلیل ہے۔

**سوال**: نماز جنازہ کے موقع پر اگر امام اجتماعی طور پر کہے کہ سورۃ الفاتحہ اور سورۃ الاخلاص پڑھو اور ہم نہ پڑھیں تو وہ اعتراض کرتے ہیں تو انہیں کیا جواب دیا جائے؟ دوسری بات یہ ہے کہ کیا نماز جنازہ کے بعد وہیں کھڑے ہو کر اجتماعی دعا کی جا سکتی ہے؟

**جواب**: دین کا جو عمل جس طرح ثابت ہے اسی طرح عمل کرنا ہے۔ یہ دین ہے، اس میں اپنی طرف سے اضافہ، ترمیم یا غیر ثابت شدہ عمل کو لازم اور ضروری قرار دینے سے وہ عمل بدعت کے حکم میں داخل ہو کر ناجائز ہو جاتا ہے۔ جنازے کے موقع پر اجتماعی طور پر سورۃ الفاتحہ اور سورۃ الاخلاص پڑھنا یا نماز جنازہ کے بعد کھڑے ہو کر اجتماعی طور پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا قرآن وسنت، صحابہؓ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین سے ثابت نہیں ہے۔ اس لیے اجتماعی طور پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا مکروہ، ممنوع و بدعت ہے۔ ہاں انفرادی طور پر ہاتھ اٹھائے بغیر دل میں دعا کرنا جائز ہے۔

لا یقوم بالدعاء فی قراة القرآن لاجل المیت بعد صلاة الجنازة (خلاصة الفتاوی، کتاب الصلاة، المجلد الاول، الصفحة ۲۲۵، المکتبة الرشیدیة)

**سوال**: تلاوت قرآن چاہے ایصال ثواب کے لیے ہو یا برکت کے لیے ہر دو صورت میں اس کے لیے طلبہ وغیرہ کو جمع کرنے کا اہتمام کرنا کیسا ہے جیسے آج کل مروجہ قرآن خوانی میں ہوتا ہے اور اس پر اجرت لینا اور کھانا کیسا ہے؟

**جواب**: انفرادی طور پر تلاوت کر کے مرحومین کو ایصال ثواب کرنا درست ہے، نیز اگر ایصال ثواب یا تلاوت کے لیے جمع نہ کیا جائے بلکہ خود سے جمع ہوں جیسے تعزیت کے لیے آئے اور جمع ہو گئے اور تلاوت شروع کر کے ایصال ثواب کر دیا یا مدرسے میں جو حفظ کے بچے جمع ہوتے ہیں اور اکٹھے بیٹھ کر تلاوت کرتے ہیں اگر آخر میں ایصال ثواب کی نیت سے دعا کروا دی اور دونوں صورتوں میں اگر تلاوت کے بدلے میں کھانا یا رقم دینے کا وعدہ نہیں ہوا تو یہ صورت جائز ہے۔ لیکن مروجہ طریقے پر لوگوں کو جمع کر کے ایصال

ثواب کے لیے قرآن خوانی کرنا اور اس پر اجرت لینا اور دینا ناجائز ہے، قرآن خوانی کے بدلے میں کھانا کھلانا بھی اس کی اجرت میں ہی داخل ہے۔ اس لیے یہ بدعت قابل ترک ہے۔

لیکن اگر حصول برکت کے لیے لوگوں کو جمع کر کے قرآن خوانی کی جائے اور اس کے بدلے میں اجرت وغیرہ بھی دی جائے تو یہ جائز ہے۔

(الف) عن ابن عباسٍ: أنَّ نَفَراً من أصحابِ النبيِّ -صلى الله عليه وسلم- مَرُّوا بماءٍ فِيهِمْ لَدِيغٌ، أو سَلِيمٌ، فَعَرَضَ لَهُمْ رجلٌ من أَهْلِ الماءِ، فقالَ: هلْ فيكُمْ مِن راقٍ؟ إنَّ في الماءِ رجلاً لَدِيغاً، أَو سَليماً، فانطلق رجلٌ منهم، فَقَرَأَ بِفاتحةِ الكتابِ على شاءٍ، فَبَرَأَ، فجاءَ بالشَّاءِ إلى أصحابِهِ، فَكَرِهوا ذلك، وقالوا: أَخَذْتَ على كتابِ الله أجراً، حتى قَدِموا المدينة فقالوا: يا رسولَ الله: أَخَذَ على كتابِ الله أجراً، فقال رسولُ الله -صلى الله عليه وسلم-: «إنَّ أحقَّ ما أَخَذْتُم عليهِ أجراً كتابُ الله». (الصحيح للبخاری، کتاب الطب، باب رقية العين)

(ب) فالحاصل أن ما شاع فی زماننا من قراءة الأجزاء بالأجرة لا يجوز؛ لأن فيه الأمر بالقراءة وإعطاء الثواب للآمر والقراءة لأجل المال، فإذا لم يكن للقارء ثواب لعدم النية الصحيحة فأين يصل الثواب إلى المستأجر ولولا الأجرة ما قرأ أحد لأحد فی هذا الزمان بل جعلوا القرآن العظيم مكسبا ووسيلة إلى جمع الدنيا - إنا لله وإنا إليه راجعون. (رد المحتار، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة)

**سوال:** وضو کرتے ہوئے کسی سے مدد حاصل کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

**جواب:** وضو کرتے وقت مدد لینے کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ وضو کا پانی وغیرہ منگوانے کے لیے مدد لی جائے یا وضو کرنے والا خود اعضائے وضو کو دھوئے اور دوسرا شخص پانی بہائے اس طرح کی مدد حاصل کرنا بلا کراہت جائز ہے البتہ اعضائے وضو کو دھونے یا مسح وغیرہ میں بغیر کسی عذر کے کسی سے مدد لینا مکروہ ہے۔

وحاصله أن الاستعانة فی الوضوء إن كانت بصب الماء أو استقائه أو إحضاره فلا كراهة بها أصلا ولو بطلبه وإن كانت بالغسل والمسح فتكره بلا عذر؛ ولذا قال فی التتارخانية: ومن الآداب أن يقوم بأمر الوضوء بنفسه ولو استعان بغيره جاز بعد أن لا يكون الغاسل غيره بل يغسل بنفسه (رد المحتار، كتاب الطهارة، سنن الوضوء)

**سوال:** میرے گھر کے نزدیک امام بارگاہ ہے، کیا وہاں کی اذان کا احترام کرنا ضروری ہے جبکہ ان کی اذان مختلف ہے؟

**جواب:** شیعوں کی اذان میں علی ولی اللہ و کلمتہ وخلیفتہ بلافصل کے الفاظ کا اضافہ ایک ایسی بدعت ہے جس میں بہت سے باطل نظریات کی ترجمانی ہوتی ہے۔ اس لیے یہ شرعی اذان نہیں، لہٰذا اس کے احترام میں تلاوت یا نماز موقوف کرنا، یا اس کا جواب دینا درست نہیں ہے۔

(ويجيب) وجوبا، وقال الحلوانی ندبا... (من سمع الأذان)... (بأن يقول) بلسانه (كمقالته) إن سمع المسنون منه، وهو ما كان عربيا لا لحن فيه... وفی الرد: (قوله: إن سمع المسنون منه) الظاهر أن المراد ما كان مسنونا جميعه، فمن لبيان الجنس لا للتبعيض، فلو كان بعض كلماته غير عربی أو ملحونا لا تجب عليه الإجابة فی الباقی؛ لأنه حينئذ ليس أذانا مسنونا، كما لو كان كله كذلك، أو كان قبل الوقت، أو من جنب أو امرأة. ويحتمل أن المراد ما كان مسنونا من أفراد كلماته، فيجيب المسنون منها دون غيره، وهو بعيد تأمل؛ لأنه يستلزم استماعه والإصغاء إليه وقد ذكر فی البحر أنهم صرحوا بأنه لا يحل سماع المؤذن إذا لحن كالقارء. (الدر المختار مع الرد، كتاب الصلاة، باب الأذان)

ختم شد